آزمائش کے بعد ایمان کی حقیقت کھلتی ہے

(مسٹر ساگر چند بیرسٹرایٹ لاء کو نصائح)

از

سیدنا حضرت میرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

آزمائش کے بعد ایمان کی حقیقت کھلتی ہے

(مسٹر ساگر چند بیرسٹرایٹ لاء کو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی نصائح
فرمودہ ۶- دسمبر ۱۹۱۹ء بیت المبارک قادیان)

معمول کی ابتدائی گفتگو کے بعد حضور نے فرمایا:-

روحانی اور ایمانی ترقی کا وقت

اب جبکہ آپ ولایت سے واپس آ گئے ہیں آپ کی روحانی اور ایمانی ترقی کا وقت ہے- جو لوگ وہاں جاتے ہیں ان میں سے بہت سے اپنے پہلے مذہب کو بدل لیتے ہیں- کتنوں پر وہاں کی آزادی کا اثر پڑتا ہے اور کتنوں ہی پر وہاں کی موجودہ عیسائیت اپنا اثر کرتی ہے اور بہت سے وہاں کے تمدن میں جذب ہو جاتے ہیں لیکن جب وہ لوگ وہاں سے واپس آتے ہیں تو ان کے پرانے تعلقات پھر ان کو اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیتے ہیں-

یہ ثابت شدہ حقیقت ہے کہ دو چیزیں ہیں جو انسان پر بہت مؤثر ثابت ہوتی ہیں- (۱) تعلقات جن کو غالباً انگریزی میں ایسو سی ایشن کہتے ہیں اور دوسری چیز جذبات اور احساسات جن کو انگریزی میں فیلنگز (FEELINGS) کہتے ہیں' اثر انداز ہوتے ہیں-

جذبات کا اثر

وہ بڑے بڑے کام جو یوں محنت اور مشقت سے نہ ہو سکیں مگر جب جذبات کو ابھار دیا جائے تو فوراً ہو جاتے ہیں- تمام علوم اور ہنر اور تحقیقاتیں جذبات کے مقابلہ میں بسا اوقات دھری رہ جاتی ہیں- تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ حکومتوں نے جذبات کے ماتحت پلٹے کھائے ہیں مثلاً دلی کی حکومت کا آخری چراغ جب گُل ہؤا تو اس وقت ایک ایسا وقت بھی آیا کہ انگریزوں کی پوزیشن سخت نازک ہو گئی تھی- بادشاہ کی بیگم جس کا نام زینت محل تھا کہتے ہیں کہ اگر اس کے مکان کے سامنے توپ خانہ رکھا جاتا اور وہاں سے گولہ باری کی جاتی

تو امید کی جاتی تھی کہ انگریزی فوج کو سخت نقصان پہنچتا مگر بادشاہ کی بیگم جو درپردہ انگریزوں کی ہم خیال اور ان سے متفق تھی۔ کیونکہ اس کو امید تھی کہ جو تغیر ہو گا وہ اس کے بیٹے کے لئے مفید ہو گا جب توپ خانہ وہاں رکھا گیا تو بیگم نے کہا مجھے غشی آنے لگی ہے گولہ باری نہ کرو۔ بادشاہ خود اس کے پاس گیا اور کہا کہ یہ وقت نہایت نازک ہے ہمارے افسر کہتے ہیں کہ یہ ایسا عمدہ موقع گولہ باری کے لئے ہے کہ ہمیں یقیناً فتح ہو گی۔ بادشاہ کی بیگم چونکہ دل میں اور ارادہ رکھتی تھی اس نے بادشاہ سے کہا کہ اچھا گولہ باری ہو مگر پہلے آپ اپنے ہاتھ سے مجھے قتل کر دیں۔ بادشاہ اس جذبہ محبت سے مغلوب ہو گیا اور نتیجہ یہ ہؤا کہ وہ خاندان ہمیشہ کے لئے مٹ گیا۔ تو جذبات کا اثر علم پر، تجربہ پر، سب پر غالب آتا ہے اور اگر دنیا میں دیکھا جائے تو کثیر حصہ گناہوں کا محض جذبات کے ماتحت ہی ہوتا ہے مثلاً شہوت سے تعلق رکھنے والے گناہ یا رشوت ستانی وغیرہ تمام جذبات کے ماتحت ہوتے ہیں۔ ایک شخص جانتا ہے کہ رشوت بری چیز ہے لیکن وہ دیکھتا ہے کہ بیوی کی پرورش میرے ذمہ ہے اور میرے بچے اس سے پرورش پائیں گے۔ پس یہ جذبہ غالب آتا ہے اور اس کے اس علم پر پردہ پڑ جاتا ہے جو اس کو رشوت کی برائی کے متعلق ہوتا ہے۔ اس طرح فیلنگز (جذبات) علم اور تجربہ پر غالب آجاتے ہیں۔

تعلقات کا اثر

دوسری بات تعلقات اور علاقے ہوتے ہیں جن کا اثر انسان پر پڑتا ہے اور ان علاقوں کا اثر درحقیقت عادت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ ایک انسان جب وطن سے دور ہوتا ہے تو آہستہ آہستہ وہ عادات جو اس کو پڑی ہوئی تھیں فراموش ہوتی جاتی ہیں لیکن جب وہ واپس اپنے وطن کی طرف آتا ہے تو ان گلیوں کو دیکھ کر جن میں وہ پھرتا تھا اور ان آدمیوں کو دیکھ کر جن میں وہ رہتا تھا طبیعت خود بخود ان عادات کی طرف لوٹتی ہے جن میں وہ اس وقت مبتلاء تھا جس وقت ان گلیوں اور ان آدمیوں کے ساتھ اس کا تعلق تھا چنانچہ خواہ کتنا عرصہ ایک انسان اپنے وطن سے دور رہا ہو جس وقت اپنا وطنی آدمی اسے مدت کے بعد نظر آوے تو بے اختیار اسے اپنی زبان یاد آجاوے گی۔ اگر وہ مہمان ہے تو ویسے کھانے تیار کرا کے اسے کھلائے گا کیونکہ عادات اس تحریک سے پھر آگے آجاویں گی۔ تو ایک چیز کو دیکھ کر جس سے انسان وابستہ رہا ہو پرانی آرزوئیں اور تمنائیں اور عادتیں اور جذبات عَود کر آتے ہیں۔ پس آپ کے لئے اصل فیصلہ کا وقت یہی ہے جب آپ ہندوستان میں آگئے ہیں۔ مجھے تو اب معلوم ہؤا ہے کہ آپ کے والد صاحب زندہ ہیں وہ بھی آپ کے لئے ایک کشش ہیں ان پرانے

خیالات کی طرف جن کو آپ ترک کر چکے ہیں۔

حقیقی تحقیقات اب ہوگی

اس ملک میں آکر بھی اگر تمام علاقوں اور جذبات کے مقابلہ میں آپ کی پہلی تحقیق ثابت اور قائم رہی تب آپ کی تحقیق حقیقی تحقیق کہلا سکتی ہے اور آپ کا ایمان پختہ ایمان ہو گا۔ آپ کا پہلا نتیجہ اور فیصلہ میرے نزدیک یقینی نتیجہ نہیں کیونکہ جس وقت آپ نے وہ نتیجہ نکالا تھا اس وقت آپ کے مقابلہ میں یہ جذبات اور علائق نہ تھے جو اَب ہیں۔ اس لئے وہی نتیجہ دائمی نتیجہ ہو گا جس پر ان علائق اور جذبات کے مقابلہ میں آپ پہنچیں گے۔

یک طرفہ فیصلہ

اگر آپ ان علائق اور ان جذبات کا مقابلہ کر سکے اور عادات قدیمہ پر غالب آگئے تب آپ کا نتیجہ اور فیصلہ درست مانا جائے گا لیکن جب تک یہ چیزیں آپ کے آگے نہ تھیں اس وقت کا فیصلہ تو اس ضرب المثل کا مصداق تھا کہ "تنہا پیش قاضی روی راضی آئی" (یہاں پر حضرت خلیفۃ المسیح نے متبسم ہو کر فرمایا کہ) یہاں تو معاملہ اس کے بھی برعکس ہے کیونکہ آپ "تنہا پیش قاضی" نہیں گئے۔ بلکہ (قاضی عبداللہ صاحب کی طرف دیکھ کر جو پاس ہی بیٹھے تھے کہا کہ) قاضی آپ کے پاس گیا تھا دوسرے فریق کی سنی ہی نہیں۔ ہمارے مبلغوں کی باتیں سنیں اور آپ نے سمجھا کہ یہ باتیں معقول ہیں۔ آپ نے ان کو قبول کر لیا لیکن ان کے مقابلہ میں دوسرا کوئی سنانے والا نہ تھا۔ اس لئے یہ فیصلہ یک طرفہ ہے پہلی باتیں جو آپ نے سنی ہوئی تھیں وہ اس عمر کی تھیں جس وقت کی سنی ہوئی باتیں چنداں یاد نہیں رہتیں۔ پس اس وقت مقابلہ نہ تھا۔ ہمارے مبلغوں نے آپ کو جو کچھ سنا دیا آپ نے اس کے مطابق فیصلہ کر لیا کہ یہ باتیں معقول ہیں' درست ہیں۔ اب آپ یہاں آئے ہیں اور یہاں فریق مخالف کے بھی لوگ ہیں جو کہتے ہیں کہ ہمارے پاس بھی اپنے مذہب کی صداقت کے دلائل ہیں۔ اس لئے یہاں مقابلہ ہو گا پھر اس وقت فیلنگز آپ کے سدراہ نہ تھے یہاں فیلنگز بھی ہیں پس وہ فیصلہ آپ کا یک طرفہ تھا اور اس فیصلہ کے قبول کرنے میں کوئی روک نہ تھی مگر اب کا فیصلہ زیادہ غور اور فکر کا نتیجہ ہو گا اور تمام روکوں کو مدّ نظر رکھ کر ہو گا اگر اب بھی اسی پہلے فیصلہ پر قائم رہے تب معلوم ہو گا کہ آپ نے پہلا فیصلہ بھی خوب سوچ سمجھ کر کیا تھا ورنہ ایک جلد بازی کا فیصلہ سمجھا جاوے گا۔

مشکلات کو مدّ نظر رکھ کر جو فیصلہ کیا جائے وہ حقیقی فیصلہ ہوتا ہے

درحقیقت جو فیصلہ بغیر راہ میں آنے والی مشکلات کو مدّ نظر رکھنے کے کیا جاوے وہ حقیقی فیصلہ نہیں ہے۔ قرآن کریم نے اس بات کو نہایت لطیف طور پر بیان فرمایا ہے۔ فرماتا ہے:۔

اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَھُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ۔ (العنکبوت : ۳) کہ کیا لوگوں نے خیال کرلیا ہے کہ ان کے صرف اتنا کہہ دینے سے کہ ہم ایمان لے آئے ان کو چھوڑ دیا جائے گا اور ان کا امتحان نہیں لیا جائے گا۔

فتنہ کے معنے ہوتے ہیں آگ میں ڈال کر کھوٹے کھرے کو پرکھنا۔ جیسا کہ سونا آگ میں ڈالا جاتا ہے۔ پس اسی طرح ایک شخص اگر ایمان کا دعویٰ کرتا ہے تو اس کو ایک آگ میں ڈالا جاتا ہے جو تعلقات اور جذبات کی آگ ہوتی ہے اگر اس آگ میں پڑ کر وہ سلامت نکلے، خدا تعالیٰ فرماتا ہے تب ہم اس کو مؤمن کہیں گے۔ یہ فتنہ (آزمائش) میں پڑنے کا معاملہ آپ سے ولایت میں نہیں ہو سکتا تھا کیونکہ وہاں پر وہ لوگ نہ تھے جن سے آپ کا مذہبی تعلق ہوتا، نہ وہ چیزیں تھیں جن کو علائق کہتے ہیں اور نہ آپ کے جذبات ابھارنے کے سامان تھے کیونکہ وہاں کے لوگوں کے نزدیک جیسا اسلام غیر مذہب تھا ویسا ہی ہندوؤں کے مختلف مذاہب غیر۔ اور اگر وہ لوگ آپ سے نفرت کرتے بھی تو بھی آپ کہہ سکتے تھے کہ ان کی نفرت میرا کچھ بگاڑ نہیں سکتی کیونکہ وہاں آپ کی اقامت عارضی تھی لیکن یہاں یہ بات نہیں کیونکہ یہاں پر وہ لوگ بھی ہیں جن سے آپ کا مذہبی اتحاد رہا ہے اور پھر آپ کے والد صاحب ہیں، بھائی بہن ہیں، دوسرے رشتہ دار ہیں، بیوی ہے۔ یہ وہ تمام باتیں ہیں جو عادات قدیمہ اور جذبات پر اثر ڈالنے والی ہوتی ہیں۔ ان مختلف کششوں کے مقابلہ میں اگر آپ اسی نتیجہ پر قائم رہیں جو آپ نے نکالا ہے تو وہ درست ہوگا۔ ولایت میں تو یہ بات تھی کہ وہاں آپ خواہ کتنا ہی لمبا عرصہ رہے لیکن آپ کا یہ کبھی خیال نہیں ہؤا ہوگا کہ وہ آپ کا وطن ہے اس لئے وہاں کے لوگوں کی مخالفت پر آپ کہہ سکتے تھے کہ ہم اپنے وطن میں چلے جائیں گے یا کسی اور جگہ چلے جائیں گے مگر یہاں کے لوگوں کی مخالفت پر آپ یہ کہہ کر دل کو تسلی نہیں دے سکتے کہ میں یہاں سے چلا جاؤں گا کیونکہ آپ کو اسی ملک میں رہنا ہوگا۔ پس یہ مختلف فتنے ہیں، مختلف آزمائشیں ہیں اور مختلف امتحان ہیں۔ اگر آپ ان میں پورے اتریں تو البتہ آپ کا فیصلہ درست ہوگا۔ مسلمان سینکڑوں

برس سے چلے آتے ہیں لیکن اسی قاعدہ کے مطابق جب ان کا امتحان لیا گیا تو بہت سے رہ گئے۔ رسول کریم ﷺ کے وقت میں عورتوں تک کو ایمان کا اظہار کرنے کی وجہ سے مخالفین کی طرف سے طرح طرح کی مصیبتیں پہنچائی گئیں لیکن انہوں نے ان تمام کششوں اور تمام علاقوں اور جذبوں کو اسلام کے مقابلہ میں چھوڑ دیا کیونکہ انہوں نے دیکھ لیا تھا کہ اسلام حق ہے۔

امتحان انسان پر اس کی حقیقت کھولتا ہے

بہت دفعہ ہوتا ہے کہ انسان خیال کرتا ہے کہ میں ایک بات مانتا ہوں لیکن جب امتحان آکر پڑتا ہے تو رہ جاتا ہے کیونکہ پہلے ان تمام باتوں کا جو اس بات کے ماننے میں علائق اور جذبات کی صورت میں مانع ہوتی ہیں اس کو علم نہیں ہوتا یا اگر ہوتا ہے تو وہ چیزیں اس کے سامنے نہیں ہوتیں اور جب سامنے آجاتی ہیں تو پھر اس کو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس کا پہلا خیال کمزور تھا اور ماننے کا دعویٰ درست نہ تھا۔ بہت لوگ ہوتے ہیں کہ وہ اپنے ملک میں رہتے ہیں مگر ان کو معلوم نہیں ہوتا کہ انہیں اپنے ملک سے محبت ہے لیکن جب ایک شخص کو اس وطن سے علیحدہ کیا جاتا ہے اور حکماً کیا جاتا ہے تو وہ ان جگہوں کو دیکھتا ہے' ان عمارتوں کو دیکھتا ہے' ان درختوں کو دیکھتا ہے اور دیکھ دیکھ کر رو دیتا ہے۔ اس وقت اس کو معلوم ہوتا ہے کہ اسے اپنے وطن سے کیسی محبت تھی۔ یہ حالت معمولی لوگوں کی ہی نہیں ہوتی بلکہ بڑے بڑے علم والوں کی ہوتی ہے۔ نپولین کے متعلق لکھا ہے کہ جب اس کو انگریزوں نے مأخوذ کر لیا اور اس کو لے چلے تو بادل پھٹا اور اس کو فرانس نظر آیا تو اس نے ٹوپی اتار لی اور کہا "الوداع اے فرانس" نپولین کے اس قول کا یہ اثر پڑا کہ وہ انگریز افسر جو اس کے نگہبان تھے انہوں نے بھی اپنی ٹوپیاں اتار لیں۔

فرانس کی محبت کا اظہار جس طرح اس وقت نپولین سے ہؤا' جب وہ فرانس میں ہوتا ہوگا اس کو کبھی محسوس بھی نہیں ہؤا ہوگا کہ اس کو اس قدر فرانس سے محبت ہے۔

ہمارے ملک کا ایک مشہور بادشاہ گزرا ہے جب اس کو جلا وطن کیا گیا تو اس نے وطن کی محبت کا اظہار اس شعر میں کیا کہ ؎

یا تو ہم پھرتے تھے ان میں یا ہؤا یہ انقلاب
پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے کوچہ ہائے لکھنؤ

یوں تو وطن سے باہر عموماً لوگ سیر کے لئے جاتے ہیں لیکن جب حکماً ان کو بھیجا جائے اور

پھر لوٹنے کی امید نہ ہو تب وطن کی محبت کا حال معلوم ہوتا ہے بچوں تک کو دیکھو اپنے والدین سے لڑتے ہیں کہ ان کو سیر کرائی جائے لیکن کسی کو یوں پکڑ کر دوسری جگہ لے جاؤ تو کس قدر اس کو رنج پہنچتا ہے۔ تو حقیقی استقامت' اصل ایمان' سچی بہادری کا پتہ تب ہی لگتا ہے جب مقابلہ ہو۔ عموماً لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہ بڑے بہادر ہیں اور جب وہ اخبارات میں پڑھیں کہ کوئی فوج بھاگ گئی تو وہ حیران ہوتے ہیں کہ اس قدر بزدل آدمی بھی ہوتے ہیں جو میدان مقابلہ سے بھاگ جاتے ہیں۔ لیکن ان ہی لوگوں کو میدان جنگ میں لے جاؤ' ان میں سے ستّر اسّی فیصدی بزدل ثابت ہوں گے۔ عموماً فوجیں اپنی ہی گولہ باری سے ڈر کر لڑتی ہیں ورنہ ایک بڑی تعداد میدان جنگ سے بھاگ جاوے۔ میں نے ایک دفعہ ایک سپاہی سے دریافت کیا کہ آج کل فوجوں میں بہادری کا کیا حال ہے اس نے کہا کہ ہم بہادری کو نہیں جانتے۔ ہمارے پیچھے توپ خانہ ہوتا ہے اور آگے دشمن کی فوج اگر بلا حکم پیچھے ہٹیں تو اپنے ہی توپ خانہ کا نشانہ بنتے ہیں۔ اس لئے یہ خیال کرکے کہ بِلا حکم پیچھے ہٹے تب اپنوں کے ہاتھوں سے مارے جاویں گے اس لئے بہتر ہے کہ دشمن سے ہی لڑیں تا مریں تو دشمن کے ہاتھ سے مریں اور اگر بچ جاویں تو انعام پاویں۔

پھر بعض اقوام اسی لئے لڑنے والوں کو شراب پلا کر میدان میں بھیجتی ہیں اور سکھوں میں بھی یہی رواج تھا بلکہ سوائے مسلمانوں کے سب قوموں میں یہی طریق رائج رہا ہے۔ شراب پلانے سے یہی غرض ہوتی ہے کہ بزدلانہ خیالات دل میں نہ آنے پاویں۔ غرض حقیقی بہادر بہت کم لوگ ہوتے ہیں لیکن خیال سب لوگ ہی کرلیتے ہیں کہ ہم بہادر ہیں اور جب تک تجربہ کا موقع نہیں آتا یقین رکھتے ہیں کہ ہمارا فیصلہ درست ہے مگر جب وہ مواقع سامنے آتے ہیں تو ان کو اپنے فیصلہ پر پچھتانا پڑتا ہے۔ بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ وہ بہادر ہیں مگر موقع پر ان پر اپنی غلطی کھل جاتی ہے۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ انہیں کسی سے محبت ہے اور واقع میں وہ خیال کرتے ہیں کہ ان کا سینہ مثلاً اولاد کی محبت سے معمور ہے مگر جب کوئی موقع پڑتا ہے تو ظاہر ہو جاتا ہے کہ اصلی محبت نہ تھی صرف ایک نفس کا دھوکا تھا۔ یورپ کے بعض واقعات میں نے پڑھے ہیں کہ بعض تھیٹروں میں تماشہ کے وقت آگ لگی تو کئی مائیں اپنے بچوں سے' کئی بھائی اپنے بھائیوں سے' کئی خاوند اپنی بیویوں سے اور کئی بیویاں اپنے خاوندوں کو دھکے دیتے ہوئے اپنی جانوں کے بچانے کے لئے دروازہ کی طرف بھاگے حالانکہ اس گھبراہٹ سے اور بھی زیادہ

نقصان ہوتا ہے۔

جذبات کا مقابلہ کر کے صداقت پر قائم رہنا بہادری ہے

تو جو انسان جذبات سے متأثر ہو کر صداقت یا اپنے فیصلہ پر قائم نہ رہ سکے اس کا پہلا فیصلہ فیصلہ کہلانے کا مستحق نہیں۔ ایک شخص خیال کرتا ہے کہ خدا کا حکم ہے کہ رشوت نہ لوں مگر دوسری طرف جذبہ محبت ہے کہ وہ دیکھتا ہے کہ اولاد بھوکی ہے بیوی کے تن پر کپڑا نہیں۔ اس وقت باوجود جاننے کے کہ رشوت ستانی خدا کے حکم کے خلاف ہے' وہ شخص اس جذبہ محبت کے زیر اثر رشوت لے لیتا ہے اگرچہ دل میں وہ سمجھتا تھا کہ اس کو خدا سے محبت ہے اور وہ اظہار بھی کرتا تھا مگر جب موقع آیا تب کھل گیا کہ خدا کی محبت کا دعویٰ بے دلیل تھا۔ اسی طرح بہت لوگ جھوٹ کو برا جانتے ہیں مگر جب وہ خیال کریں کہ کسی دوست کی جان جھوٹ بول کر بچ سکتی ہے تو وہ جھوٹ بولنے میں دریغ نہیں کرتے اور اس طرح پتہ لگ جاتا ہے کہ خدا کی محبت اور جھوٹ سے نفرت قبل از امتحان کا ایک خیال تھا۔

امتحان کا وقت

غرض اب آپ کے امتحان کا وقت آیا ہے ایک طرف آپ کے جذبات ہیں اور علائق ہیں رشتہ دار ہیں' طبعی محبت ابھرتی ہے اور وہ قرب ظاہری کے ساتھ باطنی قرب بھی چاہتی ہے ایسی حالت میں بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ ہم کیوں ایسی بات کریں جس سے ہمارے ان متعلقین کو تکلیف پہنچے۔ باپ کو رنج ہو ماں دکھ اٹھائے آپ شادی شدہ ہیں اور بیوی کی محبت ایک فطری اور قدرتی محبت اور تقاضا ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جن کی فطرت مسخ ہو گئی سب انسانوں میں محبت ہوتی ہے اور یہ محبت اللہ تعالیٰ کی خاص حکمت کے ماتحت ہوتی ہے کیونکہ انسان کو اللہ تعالیٰ نے مدنی الطبع پیدا کیا ہے۔ ہر شخص کا دوسرے شخص پر سہارا ہوتا ہے تو بالطبع انسان چاہتا ہے کہ کوئی دوست بنائے چونکہ انسان دوست بنانے میں غلطی کر سکتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اس قسم کے جذبات انسان میں رکھے کہ جن کے ہونے سے ایک مرد عورت کو اپنے لئے دوست اور غمگسار بنالیتا ہے اور ایک عورت ایک مرد کو غمگسار بنالیتی ہے پس بیوی کی محبت ایک فطری امر ہے جس کو بناوٹ سے تعلق نہیں۔ پس بیوی کی محبت بھی اپنی طرف کھینچتی ہے۔ یہ تمام تعلقات اور جذبات کسوٹی کی طرح ہیں۔ ان پر پرکھے جانے کے بعد دعویٰ ثابت ہو سکتا ہے۔ سونا وہی قابل تسلی ہے جو کسوٹی پر لگانے سے خالص ثابت ہو۔ جب انسان ان آزمائشوں میں پورا اترا اور ان باتوں نے اس پر کوئی اثر نہ کیا تو معلوم

ہوتا ہے کہ وہ پاک ہوگیا اور اس وقت کہا جائے گا کہ اس میں ایمان پیدا ہوگیا ہے۔ آپ کے لئے یہ امتحان اب شروع ہؤا ہے پس آپ کو چاہئے کہ اب خاص طور پر ان تمام نتائج پر جرح کریں جو آپ نے اب تک نکالے ہیں۔ اگر اب آپ کی جرح میں وہ تمام نتائج صحیح ثابت ہوں تو پھر وہ قابل قدر ہوں گے۔

احتیاط ضروری ہے

یہ ہمارے شاہ صاحب (سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب جو مسٹر ساگر چند کے برابر ہی دائیں طرف بیٹھے تھے) جن سے شاید آپ کا اب تعارف ہوگیا ہوگا۔ ان کو میں نے تعلیم عربی کی تکمیل کے لئے مصر میں بھیجا تھا یہ تھوڑے عرصہ کے بعد مصر کو چھوڑ کر شام میں چلے گئے۔ مجھے اس قسم کے حالات نظر آئے کہ ان کا شام میں جانا مضر تھا۔ میں نے ان کو ملامت کے خطوط لکھے اور ان کے ساتھ جو دوسرے صاحب تعلیم کے لئے گئے تھے (یہ دوسرے صاحب جناب شیخ عبدالرحمٰن صاحب مولوی فاضل سابق لالہ شنکر داس لاہوری ہیں) ان کو لکھا کہ وہ فوراً وہاں جائیں اور ان کو شام سے لے آئیں لیکن اس عرصہ میں جنگ شروع ہوگئی اور وہ وہاں نہ جاسکے اور شاہ صاحب وہیں رہے جب یہ یہاں سے گئے تھے تو ایسی عمر میں گئے تھے کہ صحیح نتائج پر اعلیٰ طریق سے نہ پہنچ سکتے تھے۔ انہوں نے وہاں علمی تحقیقاتیں کیں۔ خدا نے ان کو ذہن رسا دیا تھا۔ علوم میں بہت جلدی ترقی کرگئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کو وہاں یہ رتبہ دیا کہ آہستہ آہستہ وہاں کے گورنمنٹ عربی سلطانیہ کالج کے انٹرنل اسسٹنٹ ڈائرکٹر (مدیر داخلیہ) ہوگئے۔ ہمیں نہیں معلوم کہ یہ کن کن حالات میں سے گزرے اور کن کن خیالات کا ان کو مقابلہ کرنا پڑا۔ یہ جو کچھ بھی تھے بہرحال نسلی طور پر ان پر ہمارا حق تھا کیونکہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ انسان کی پیدائش اس دین پر ہوتی ہے جو خدا نے اس کے لئے پسند کیا۔ مگر اَبَوَاہُ یُھَوِّدَانِہٖ اَوْ یُنَصِّرَانِہٖ (مسلم کتاب القدر باب کل مولود یولد علی الفطرۃ) بعد میں ماں باپ اس کو یہودی یا نصرانی بناتے ہیں۔ اسی طرح چونکہ ان کے والدین خدا کے فضل سے احمدی ہیں۔ اس لئے ہمارا ان پر احمدیت کا حق تھا لیکن جب یہ چھ سال کے بعد واپس آئے اور انہوں نے آتے ہی چاہا کہ میرے ہاتھ پر بیعت کریں تو میں نے ان کو روک دیا اور کہہ دیا کہ آپ ابھی ٹھہریں اور صبر کریں اور جو کچھ ہم کہتے ہیں اس پر غور کریں اور جن خیالات پر آپ یہاں سے گئے تھے ان کو سوچیں اگر وہ باتیں اب بھی درست معلوم ہوں تو بعد میں آپ بیعت کرلیں۔ چنانچہ ایک یا ڈیڑھ مہینہ تک

سوچتے رہے اور اس کے بعد انہوں نے کہا کہ میں اب کی تحقیقات کے بعد بھی اسی نتیجہ پر قائم ہوں جس پر پہلے تھا اس لئے میں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ پھر میں نے ان سے بیعت لی۔

کسی عقیدہ پر انسان کو مجبور کرنا اس پر ظلم ہے

درحقیقت یہ انسان پر ظلم ہے کہ اس کو کسی عقیدے پر مجبور کیا جائے اور اس کو موقع نہ دیا جائے کہ وہ خوب غور کرے اور سوچ سمجھ کر کسی عقیدہ کو ترک کرے یا کسی کو قبول کرے اور اس پر قائم رہے۔ اصل میں ایمان تب ہی پیدا ہوتا ہے جب یہ حالت ہو جائے کہ تمام دنیا کی محبتیں اور تمام دنیا کے علاقے اور تمام دنیا کی کششیں اس کے مقابلہ میں ہیچ ہو جائیں۔ ایمان میں پوشیدگی کی ضرورت نہیں۔ اگر کمزور ایمان ہو تو وہ تو شیشے کے برتنوں کی طرح ہے کہ جس کے ہر وقت ٹوٹنے کا اندیشہ لگا رہتا ہے۔ کچا برتن ایک مصیبت ہے اگر انسان اس مصیبت سے نجات چاہتا ہے تو اس کو آگ میں ڈال دے تاکہ وہ پختہ ہو جائے۔

پس میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ آپ اپنی تحقیقات کو دُہرائیں اور دیکھیں کہ جس بات کو آپ نے علمی طور پر صحیح پایا تھا اب اس کے مخالف باتیں سن کر اور علاقوں کی موجودگی اور جذبات کے ابھرنے پر بھی آپ ان کو صحیح پاتے ہیں اور ان پر قائم رہنے کے لئے تیار ہیں یا نہیں؟ اگر اس دوبارہ غور و خوض میں بھی آپ کو یہ نتائج صحیح اور یہ فیصلہ درست معلوم ہو اور آپ اس پر قائم رہنے کی جرأت اپنے اندر پاتے ہوں تو پھر یہ ایک قابل قدر چیز ہوگی۔ جہاں آپ نے پہلا فیصلہ کیا ہے اس ملک میں یہ جذبات اور تعلقات آپ کے آگے نہ تھے۔ اب آپ جب ہندوستان میں آگئے ہیں تو وہ جذبات اور تعلقات بھی پیدا ہو گئے ہیں۔ اس لئے آپ اس فیصلہ پر نظر ثانی کریں۔ اگر وہ تحقیقات صحیح ثابت ہوں اور آپ اس کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنے کے لئے تیار ہوں۔ تب آپ کی تحقیق آپ کے لئے بھی اور آپ کے دوستوں کے لئے بھی موجب تسلی اور باعث خوشی ہوگی۔

کیسا ایمان چاہئے

ہمیں تو حقیقت میں وہ ایمان پسند ہے جو ایسا پختہ ہو جس کے بعد کوئی تحقیق اس کے مقابلہ میں نہ ٹھہر سکے۔ بعض اوقات رسول کریم ﷺ کوئی بات فرماتے اور پھر فرماتے کہ وَلَا فَخْرَ (ترمذی ابواب المناقب باب ما جاء فی فضل النبی ﷺ) اسی طرح میں بھی مجبوراً امثال کے طور پر نہ کہ کسی فخر کے لئے کہتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ

کے فضل سے یقین رکھتا ہوں کہ کوئی علم اور کوئی تازہ ترین تحقیق قطعاً قطعاً مجھ پر کوئی اثر نہیں ڈال سکتی۔ خواہ کسی علمی طریق پر اسلام کی صداقت کی جانچ کی جائے میں اس کا ثبوت دینے کے لئے تیار ہوں اور یہ ایمان کا ادنیٰ درجہ ہے۔ ورنہ ایمان کا اعلیٰ درجہ اس سے بہت بلند ہے پس ایمان کی یہ خصوصیت ہے کہ خدا خود سمجھائے۔ بیسیوں دفعہ نئے سے نئے علوم سامنے آتے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے بعض لوگ گھبرا جاتے ہیں لیکن مجھے اسی وقت اس کے متعلق خدا تعالیٰ علم دیتا ہے اور اس وسعت سے دیتا ہے کہ حیرت ہوتی ہے اور ایسے ایسے علم دیتا ہے جن کے متعلق پہلے میں نے کبھی کوئی بات نہ پڑھی ہوتی ہے نہ سنی۔ اور وہ علم جو آتا ہے وہ خدا کی طرف سے کشف کے طور پر آتا ہے۔ یہاں پر لوگ آتے ہیں اور گفتگو کرتے ہیں اور بعد میں کہہ دیتے ہیں کہ آپ نے تو یہ علم خوب پڑھا ہؤا ہے حالانکہ میں نے وہ علم نہیں پڑھا ہوتا اور یہ بات ایمان کو اور بھی پختہ کرتی ہے۔ خواہ کوئی سا علم ہو جس کو لوگ کتنا ہی اچنبا خیال کرتے ہوں اس کے سامنے آنے پر فوراً خود بخود اس کی حقیقت کھل جاتی ہے۔ اگر وہ بات غلط ہو تو اس کی غلطی اور اگر درست ہو تو اس کی حقیقت ظاہر ہو جاتی ہے۔

جس قدر علاقہ مضبوط ہو اسی قدر اس کا اثر زیادہ ہوتا ہے

علاقوں کا تعلق اتنا ہوتا ہے مثلاً آپ کے ساتھ نام کا تعلق ہے یہ لوگ صرف اتنا جانتے ہیں کہ آپ کو اسلام سے محبت ہے۔ اس علاقہ کی وجہ سے کتنے ہی آپ کو آگے ملنے کے لئے گئے اور یہ جو اس قدر یہاں موجود ہیں سب آپ کو دیکھنے کے لئے آئے ہیں۔ حالانکہ یہ صرف نام کا تعلق ہے اور پھر جتنا جتنا تعلق بڑھتا جاتا ہے اسی کے مطابق اس کا اثر بڑھتا جاتا ہے۔ رسول کریم ﷺ سے بھی صحابہ کا ایک تعلق تھا۔ رسول کریم ﷺ کو جنگ احد میں پتھر لگے اور آپ بے ہوش ہو گئے۔ اس وقت ایک صحابی ابو دجانہ حضور کے پاس تھے وہ آپ کی طرف منہ اور مخالفوں کی طرف پیٹھ کر کے کھڑے ہو گئے۔ ان کی پیٹھ پر بارہ[۱۲] تیر لگے بعد میں ان سے پوچھا گیا کہ آپ کو تیر لگنے سے درد نہیں ہوتی تھی؟ انہوں نے جواب دیا کہ کیوں نہیں۔ پھر کہا گیا کہ اس کا اظہار تو نہیں کیا۔ جواب دیا کہ میں نے اس وقت اُف نہ کی کہ اُف کے ساتھ انسان کا بدن کانپتا ہے۔ میں جانتا تھا کہ اگر اُف بھی کی تو جسم میں لرزہ پیدا ہو گا اور ممکن ہے اس لرزش میں کوئی حصہ حضور کے جسم کا تیر کی زد میں آجائے اور تیر آلگے اس لئے میں نے اس وقت اُف تک نہیں کی۔ (سیرت ابن ہشام اردو جلد ۲ صفحہ

۶۵ مطبع پرنٹنگ پریس لاہور مطبوعہ بار سوم ۱۹۷۵ء) بارۂ تیر تھوڑے نہیں ہوتے۔ آج کل تو کسی شخص کو اگر دو تین تیر لگ جائیں تو وہ گر پڑے۔ تو جتنا جتنا علاقہ مضبوط ہوتا ہے اتنا ہی اس کا اثر بھی بڑھتا جاتا ہے۔

اصلی ریشنلزم اسلام ہی ہے

اسلام ہی درحقیقت ریشنلزم ہے لوگ تو بے عقلی کا نام عقل رکھتے ہیں مگر اسلام عقل کو عقل کہتا ہے یہ اسلام ہی ہے جو کہتا ہے کہ جس بات کو مانو دلیل سے مانو۔ قرآن کریم میں اس کی مثال ہے۔ اللہ تعالیٰ رسول کریم ﷺ کو مخاطب کرکے فرماتا ہے کہ منافق تیرے پاس آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ تو رسول ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ تو سچ ہے کہ تو اللہ کا رسول ہے مگر اللہ کہتا ہے کہ یہ منافق جھوٹے ہیںؑ (المنفقون: ۲) اس کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ وہ جو کچھ کہتے ہیں بے دلیل اور اوپرے دل سے کہتے ہیں اس لئے جھوٹے ہیں۔ پس قرآن کریم تو کہتا ہے کہ جو مانو دلیل سے مانو۔ لوگ کہتے ہیں کہ اسلام تلوار کے ذریعہ پھیلا ہے مگر میں کہتا ہوں کہ وہ اس آیت پر غور کریں کہ رسول کریم ﷺ کے پاس لوگ آتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں اور آپ کی رسالت پر ایمان لاتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ ان کے متعلق کہتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں جو مذہب تلوار سے پھیلایا جاوے اس کی تو یہ کوشش ہوتی ہے کہ لوگ نام ہی اختیار کرلیں۔ مگر یہاں معاملہ برعکس ہے۔ لوگ خود آکر کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں لیکن ان کو کہہ دیا جاتا ہے کہ تم مسلمان نہیں کیونکہ تم بے دلیل اور جھوٹے دل سے کہتے ہو۔ یہ ایک نہایت لطیف بات ہے یہی سچا ریشنلزم ہے کہ کوئی عقیدہ جو دل سے نہ مانا جائے اور جس کی بنیاد دلائل پر نہ ہو' ماننے کے قابل نہیں۔ اسی بات کو خدا تعالیٰ نے ان لفظوں میں بیان کیا ہے کہ لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّيَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ (الانفال : ۴۳) اسلام کی بنیاد یہ ہے کہ جس نے مرنا ہے وہ دلیل سے مرے اور جس نے زندہ ہونا ہے وہ دلیل سے زندہ ہو اور عقل یہی چاہتی ہے کہ جس علم کے متعلق دریافت کرنا ہو اس کے حقیقی ماہر کے پاس جاویں مثلاً مریض ہو تو طبیب یا ڈاکٹر کے پاس جاوے اور ڈاکٹروں میں سے بھی اس کو چنے جو واقع میں اس فن کو جانتا ہو۔ مگر یہ بے عقلی ہے کہ انسان ایک ڈاکٹر کا انتخاب کرکے پھر اس کو اس کے نسخہ کے متعلق مشورہ دے۔ عقل کا پہلا کام انتخاب کرنا ہے اس کو چاہئے کہ ڈاکٹر کے انتخاب کرنے میں محنت کرلے۔ مگر جب اس نے ڈاکٹر کا انتخاب کرلیا تو پھر اس کا دوسرا کام یہ ہے کہ اس کے بتائے ہوئے نسخہ

ؑ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۝

کو قبول کرے اور خود اس کا استاد نہ بنے کیونکہ ہر ایک شخص اپنے پیشہ کو خوب سمجھتا ہے۔ اسی طرح مذاہب کا حال ہے۔ عقل چاہتی ہے کہ جب تک کسی مذہب کی صداقت ثابت نہ ہو اس کو قبول نہ کیا جائے۔ لیکن یہ بات عقل کے خلاف ہے کہ سچا مذہب دیکھ کر اور معلوم کرکے پھر اس کے حکموں پر جرح کرے اور اپنے منشاء کے مطابق اس کو بنانا چاہے۔ خدا تعالیٰ ہی بتا سکتا ہے کہ وہ کس طرح راضی ہو سکتا ہے۔ ہم اپنے ایک مہمان کو بغیر اس کے بتائے ہوئے کہ وہ کس طرح راضی ہو سکتا ہے، راضی نہیں کرسکتے۔ پھر خدا تعالیٰ کو بغیر اس کے بتائے کے اپنے من گھڑت طریقوں پر قدم مار کر کس طرح راضی کرسکتے ہیں۔ ہمارا فرض ہے کہ اس سے پوچھیں کہ خدایا تیری رضامندی کس مذہب میں ہے اور خدا کا کام ہے کہ وہ بتائے کہ کونسا مذہب اس کا پسندیدہ اور اس کے منشاء کے مطابق ہے اور کس مذہب پر عمل کرکے ہم اس کی رضامندی حاصل کرسکتے ہیں۔ پس اسلام نے عقل کی بنیاد کو قائم کیا ہے۔ ہمارا فرض ہے کہ ہم ڈاکٹر کے انتخاب کے وقت عقل سے کام لیں لیکن جب ہم ایک ڈاکٹر کا انتخاب کرلیں تو یہ ہمارا فرض نہیں کہ ہم اس کے بتائے ہوئے نسخہ پر جرح کریں۔ پہلی کتابوں کا یہ طریق تھا کہ وہ کہتی تھیں کہ ہم کہتے ہیں کہ تم مان لو لیکن اسلام کی یہ تعلیم نہیں۔ دیر کی بات ہے کہ ایک پادری مجھے ایک مقام پر ملا وہ تیس سال سے ہندو، مسلمانوں میں تبلیغ کر رہا تھا۔ میں نے چاہا کہ اس سے گفتگو کروں۔ اس سے ملاقات کی۔ وہ چونکہ بازار میں ملا تھا اس لئے میں نے اس سے مکان پر ملنے کے لئے وقت مانگا۔ جب میں دوسرے دن اس سے ملنے کے لئے گیا تو میں نے پوچھا کہ آپ کے مذہب کی بنیاد کس مسئلہ پر ہے۔ اس نے کہا تَوْحِیْدٌ فِی التَّثْلِیْثِ اور تَثْلِیْثٌ فِی التَّوْحِیْدِ پر۔ میں نے اس سے دریافت کیا کہ ذرا مجھے یہ سمجھایئے تو سہی۔ لمبی گفتگو کے بعد اس نے کہا کہ میں نے اس مسئلہ کی اچھی طرح سٹڈی نہیں کی اور میں اس کو اس لئے مانتا ہوں کہ بائبل میں لکھا ہے۔ میں نے کہا کہ اول تو درست نہیں کہ بائبل میں اس کی تعلیم ہے۔ دوسرے اگر ہو بھی تو ہم کیسے اس کو تسلیم کرسکتے ہیں کیونکہ بائبل کا ماننا تو اس مسئلہ کے ماننے پر موقوف ہے۔ پھر اس نے کہا کہ کفارہ کے مسئلہ کی میں نے خوب تیاری کی ہے اس میں گفتگو کرلیں میں نے کہا بہت اچھا۔ جب اس میں گفتگو شروع ہوئی تو آخر میں اس نے کہا کہ اصل بات یہ ہے کہ میرے ماں باپ کا یہ مذہب تھا اور میں عیسائی ہوں۔ اس لئے میں اس کو مانتا ہوں ورنہ میرے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں۔

تو یہ طریق بہت غلط ہے کہ فلاں بات فلاں کتاب میں لکھی ہے اس لئے اس کو مان لو۔ پہلا سوال تو یہ ہے کہ اس کتاب کی صداقت کا کیا ثبوت ہے۔ وہ کتاب پہلے سچی ثابت ہو جاوے تو پھر اس کے تفصیلی حالات ماننے کے قابل ہو سکتے ہیں کیونکہ یہ بات تو ہر ایک کہہ سکتا ہے کہ میری کتاب سچی ہے۔ دلائل سے جب تک اس دعویٰ کا فیصلہ نہ ہو کس طرح کسی کتاب کو مانا جاسکتا ہے لیکن جب ثابت ہو جائے کہ فلاں کتاب خدا کی کتاب ہے اور اس وقت بھی واجب العمل ہے تو اس کے متعلق بھی یہ کہنا کہ ہم اس کے ہر ایک حکم کو اپنی عقل کے ماتحت لاکر پھر مانیں گے نادانی ہے کیونکہ تفصیلات میں ہمیشہ ماہر فن کی بات پر اعتبار کیا جاتا ہے۔ یہ علیحدہ بات ہے کہ وہ کتاب ساتھ ہی یہ بھی بتا دے کہ کیوں فلاں حکم کو مانو۔ مگر ایک شخص جو ہر قسم کے دلائل کی رو سے مانتا ہو کہ یہ خدا کا کلام ہے اس کے لئے حق نہیں کہ وہ اس کے احکام پر جرح کرے کہ فلاں بات ماننی چاہئے اور فلاں نہیں بلکہ اس کے پیرو کا تو یہ فرض ہے کہ وہ اس کے ہر حکم کو مانے یا پھر اس کی صداقت سے انکار کرے۔ جیسا کہ ایک شخص کا حق ہے کہ وہ بہترین ڈاکٹر کا انتخاب کرے لیکن ڈاکٹر کا انتخاب کر لینے کے بعد اس کا یہ حق نہیں کہ وہ اس کے بتائے ہوئے نسخہ پر جرح کرے کہ اس میں فلاں دوائی کیوں ہے اور فلاں کیوں نہیں۔ اگر کوئی شخص ڈاکٹر کے بتائے ہوئے نسخہ پر جرح کرے گا تو ڈاکٹر اس کو کہے گا کہ تو اس علم سے جاہل ہے جو میں بتاتا ہوں اس پر عمل کر۔ اسی طرح مثلاً آپ نے قانون پڑھا ہے۔ اگر کوئی شخص آپ کے پاس مقدمات لائے اور کہے کہ آپ اس طرح اس مقدمہ کو چلائیں جس طرح میں کہوں تو آپ اس کو یہی جواب دیں گے کہ قانون میں نے پڑھا ہے اس لئے مقدمہ کی باریکیوں اور قانونی نکتوں کو میں ہی سمجھ سکتا ہوں۔ تم اس میں دخل دینے والے کون؟ پس ہر ایک شخص کا حق ہے کہ وہ ڈاکٹر اور بیرسٹر یا وکیل کا انتخاب کرتے وقت خوب عقل سے کام لے اور اچھی طرح جرح کرے۔ محض بڑے سائن بورڈ اور دلّالوں کے چکموں میں نہ آجائے لیکن جب کامل تحقیق و تدقیق سے معلوم کر لے کہ کونسا ڈاکٹر یا بیرسٹر یا وکیل قابل ہے تو پھر اس کے نسخوں اور اس کی تجاویز میں دخل نہ دے اور یہی عقلمندی کا رستہ ہے اسی طرح ہر ایک شخص پر یہ فرض ہے کہ وہ اپنے بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے اچھے سے اچھا پروفیسر اور مدرسہ اور کالج تلاش کرے لیکن تلاش کر چکنے کے بعد یہ حق نہیں کہ پروفیسر کو مشورہ دے کہ جس طرح آپ پڑھاتے ہیں یہ طریق ٹھیک نہیں جس طرح میں بتاتا ہوں اس طرح پڑھائیں اور اگر آپ میرے بتائے ہوئے

طریق پر پڑھائیں گے تو میں پڑھانے دوں گا ورنہ نہیں- حالانکہ یہ سخت ترین غلطی ہوگی کیونکہ جو جس فن کا آدمی ہوتا ہے وہی اس کے متعلق خوب سمجھ سکتا ہے دوسرا نہیں- پس ریشنلزم والوں اور اہل مذاہب دونوں نے غلطی کی اور دونوں افراط و تفریط میں جاپڑے- ریشنلزم والوں کا یہ کہنا کہ جو ہماری عقل میں آئے گا مانیں گے غلطی ہے اور اہل مذاہب کا محض یہ کہنا کہ چونکہ ہمارا مذہب تعلیم دیتا ہے اس لئے اسے ماننا چاہئے غلطی ہے- اسلام نے وسطی طریق اختیار کیا ہے- وہ کہتا ہے کہ پہلے تم خوب غور کرو اور دیکھو کہ سچا مذہب کونسا ہے اور کس میں سچائی کے دلائل اور نشانات اور برکات ہیں جب تم اپنی عقل کے زور سے یہ معلوم کرلو کہ فلاں مذہب اس وقت خدا کی طرف سے ہے- پھر اس کے احکام کے آگے چون و چرا نہ کرو ان کو بجالاؤ- جس طرح ایک ڈاکٹر کے نسخہ پر بغیر چون و چرا کے عمل کرنا عین عقلمندی ہے اسی طرح جب یہ کھل جائے کہ یہ خدا کا کلام ہے اس پر بھی بے چون و چرا عمل کرنا چاہئے یہ ایک درمیانی رستہ ہے- اس کے مطابق تمام باتیں واضح ہو جاتی ہیں اور کھل جاتا ہے کہ کونسا مذہب حق ہے- (الفضل ۱۱- دسمبر ۱۹۱۹ء)